رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر (۱)

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۵

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

# مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ ......... [illegible]
ششماہی ......... [illegible]
سہ ماہی ......... [illegible]

شرح چندہ
سالانہ ......... [illegible]
ششماہی ......... [illegible]
سہ ماہی ......... [illegible]

قیمت فی پرچہ (۲) را

قیمت پرانا پرچہ (۲) را

جلد ۳ | ۷ بہمن ۱۳۵۳ ف | ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ | ۱۱ دسمبر ۱۹۴۳ء شنبہ | نمبر (۳۵)

# ہندوستان کی سیاسی تحریک ناکام رہی

## ’’انڈی پنڈنٹ انڈیا‘‘ کا تبصرہ

ایک قومی مطالبہ کو جو گزشتہ دو سال سے پیش کیا جا رہا ہے یعنی قومی حکومت کا قیام آج پبلک کی وسیع تر تائید حاصل ہے۔ تمام قومی ادارے اور سیاست داں، تمام کاروبار اور تاجر متفقہ طور پر یہی مطالبہ کر رہے ہیں۔ پھر بھی جو قومی حکومت یہ چاہتے ہیں آج بھی اتنی ہی دور ہے جتنی کہ دو سال پہلے تھی۔

وقتاً فوقتاً متعدد سماجی اور معاشی مسائل پیدا ہوتے رہے ہیں اور آج کل بنگال ایک دن بدن نازک صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ ان قومی اداروں اور لیڈروں نے ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کیا کیا؟ اس کا نتیجہ ہوا ہے کچھ نہیں۔ ہندوستان کی سیاسی تحریک نہ صرف سیاسی نصب العین کو حاصل کرنے میں ناکام رہی بلکہ عام سماجی اور معاشی مسائل کو حل کرنے میں بھی جو آئے دن پیدا ہوتے رہے۔

اس کا نتیجہ یہ مترتب ہوا کہ ہر طرف مایوسی کا احساس چھا گیا۔ یہ احساس ملک کے سیاسی شعور رکھنے والے طبقوں میں اتنی شدید صورت اختیار کر چکا ہے کہ ان میں کسی قسم کی جد و جہد کی طرف رجحان باقی نہیں رہا۔ اصل احساس مایوسی سے نجات پانے کے لئے تمام ذمہ داری حکومت پر عائد کی جاتی ہے۔ بہرحال یہ احساس بے عملی اور بیچارگی کی طرف لے جا رہا ہے۔

اس تعطل سے نکلنے کا ایک طریقہ یہ بتایا جاتا ہے کہ لیڈروں کو رہا کر دیا جائے۔ منشا خواہ کچھ ہو، چاہے اس کا تعلق مسائل جنگ سے ہو یا ذخیرہ بازوں کے خلاف مہم سے، یہ علاج جو بتایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ لیڈروں کو رہا کیا جائے۔ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ سیاسی تحریک ناکام رہی، یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ صورت حال پیچیدہ ہوتی جا رہی ہے۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ جو مسائل پیدا ہو گئے ہیں وہ فوری حل کے متقاضی ہیں اس کے باوجود یہ بحث کی جاتی ہے کہ جب تک لیڈروں کو رہا نہ کیا جائے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ایک بار لیڈر جیل سے باہر آ جائیں پھر ہر چیز ٹھیک ہو جائے گی۔ بعض حلقوں میں اس واقعہ پر خوشی منائی جاتی ہے کہ صورت حال پیچیدہ تر ہوتی جا رہی ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہی پیچیدگی بالآخر حکومت کو لیڈروں کو رہا کرنے پر مجبور کر دے گی۔ بنگال میں فاقوں سے سیکڑوں ابنائے وطن کی موت بھی ان افراد کو متاثر نہیں کرتی۔ لیڈروں کی رہائی کا مطالبہ ایک استدعا، ایک فریاد ہے حکومت ہند کے آگے۔ رائٹ آنریبل سرینواس شاستری نے وائسرائے اور وزیر ہند کے نام جو کھلی چٹھیاں شائع کی ہیں وہ نام نہاد قومی [illegible] کا ایک نمونہ ہے۔

اس اقدام سے لیڈروں کی رہائی کی درخواست کرنا جس کے خلاف ’’کھلی بغاوت‘‘ کا اعلان کیا گیا تھا سیاسی تحریک کی ناکامی کا اس سے بڑھ کر اعتراف کیا ہو سکتا ہے۔ افراد کی خود اعتمادی کو کچل دینا اور لیڈروں کی ایک جماعت پر کامل انحصار کرنا اس تحریک کی نمایاں خصوصیات رہی ہیں۔ خود اعتمادی کا فقدان اور چند لیڈروں پر کامل انحصار نے اس تحریک کو بے جان کر دیا۔ ان لیڈروں کے بغیر یہ تحریک بے بس ہو جاتی ہے اور صرف ایک بات قابل عمل رہ جاتی ہے کہ ان لیڈروں کی رہائی کی درخواست کی جائے۔

یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ ہندوستان کی سیاسی زندگی میں ایسی مایوسی کی صورت حال پیدا ہوئی ہو۔ موجودہ حالت پرانی داستان کی محض تکرار ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی بار انہی لیڈروں نے سیاسی تحریک کو اسی طرح دلدل میں پھنسا دیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد یہ لیڈر رہا کر دئے گئے تھے۔ کچھ سرگرمی شروع ہوئی تھی اور پھر بے عملی طاری ہو گئی تھی۔ اس وقت بھی یہی ہو گا۔ اگر کچھ عرصے کے بعد یہ لیڈر رہا کر دئے گئے تو کچھ سرگرمی شروع ہو گی اور نتیجہ بے عملی۔

لیڈروں کی اس مخصوص جماعت کی قیادت میں جو تحریک چلائی جاتی ہے اس کا یہی حشر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ ان لیڈروں کی سماجی حیثیت، معاشی مقام اور فلسفیانہ زاویہ نگاہ میں تلاش کرنی چاہئے۔ یہ محض کوئی اتفاق کی بات نہیں ہے۔ یہ محض ایک ایسی غلطی نہیں ہے جس کی اصلاح کی جا سکتی ہو۔ جب یہ صورت حال ہے تو اس کا علاج لیڈروں کی رہائی نہیں۔ لیڈروں کی رہائی سے تھوڑی دیر کے لیے فضا میں کچھ ابال نظر آئے گا لیکن کچھ عرصے کے بعد پھر تعطل طاری ہو جائے گا۔ اس تعطل سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ ایک نئی تحریک شروع کی جائے اور یہ ایسی تحریک ہو جس میں ایک نیا سماجی نقطہ نظر، ایک نیا سیاسی پروگرام اور ایک نیا طریق عمل اختیار کیا گیا ہو۔ جس کے نتیجے کے طور پر ایک نئی قیادت وجود میں آئے گی۔ جب تک ایسی تحریک نشو و نما پائے ملک کی

بقیہ صفحہ (۱۹) پر

مملکت ہفتہ وار

| جلد ۳ | ۷ بہمن ۱۳۵۳ف | نمبر ۱۵ |
|---|---|---|

# رہبری ہے یا عوام فریبی؟

جب کبھی دولت کی منصفانہ تقسیم یا ملک کی سماجی اور معاشی برائیوں کو ختم کرنے کا مسئلہ اٹھایا جاتا ہے تو حیدرآباد کے بعض ادارے جو عوام کی نمائندگی کا ڈھول پیٹتے رہتے ہیں علانیہ یا خفیہ طور پر مخالفت کی راہیں تلاش کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ہر موقع پر بھی انہیں یہ بات یاد نہیں رہتی کہ وہ عوام کی نمائندگی کے مدعی رہتے ہیں۔ متعدد مواقع پر ان اداروں نے اس امر کا کھلا ثبوت پیش کر دیا ہے کہ وہ عوام کے نمائندے نہیں بلکہ چند مفادات حاصلہ کے آلۂ کار ہیں۔

جس وقت حکومت سرکار عالی کاشتکاروں کی فلاح و بہبود کی خاطر مصالحت قرضہ اور انسداد سودگری کے قوانین نافذ کر رہی تھی تو انہی نام نہاد لیڈران قوم نے حکومت کے اس اقدام کے خلاف خفیہ اور علانیہ طور پر مخالفت کا ایک طوفان برپا کر دیا۔ جب حکومت نے یہ دیکھا کہ کاشتکاروں کے اراضی گراں سودی قرضوں کی بدولت ساہوکاروں اور کومٹیوں کے قبضہ میں چلے جا رہے ہیں اور کاشتکار کی حیثیت محض ایک زرعی مزدور یا بھکاری کی ہوتی جا رہی ہے تو اس نے قانون انتقال اراضی نافذ کیا۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ اس قانون کی مخالفت میں ان افراد اور اداروں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جو دن رات کاشتکاروں کی فلاح و بہبود کا دم بھرتے رہتے ہیں۔

## قلابازیاں

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد میں معاشی اصلاح و ترقی اور منصفانہ اصول پر سماج کی تنظیم جدید سے متعلق جو تحریک بھی پیش ہوگی اس کی مخالفت ان اداروں کی جانب سے ضرور کی جائے گی جو ساہوکاروں، تاجروں، زمینداروں اور مہاجنوں کے زیر اثر ہیں۔ ایک جانب عوام کی نمائندگی کا دعویٰ، ترقی پذیر دستور اور جمہوری اداروں کا مطالبہ اور دوسری جانب ایسی تجاویز کی مخالفت جو عوام خاص کر غریب عوام کی بھلائی کے لئے پیش کی جائیں ان عوام فریب لیڈروں کی نمایاں خصوصیت ہے۔

اجناس خوردنی کی قلت اور گرانی سے عوام جس قدر پریشان ہیں محتاج بیان نہیں۔ تاجروں اور ساہوکاروں کی ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی نے صورت حال کو جس قدر ناقابل برداشت بنا دیا ہے اس سے ہر شخص واقف ہے مگر عوام کے ان نمائندوں نے ان ذخیرہ بازوں اور نفع اندوزوں کی مذمت کرنا تو کجا ان کو ہر ذمہ داری سے بری کرنے کی کوشش کی۔ کبھی تو کہا گیا کہ اجناس کے کہیں ذخائر نہیں ہیں، تھوڑا سا غلہ کاشتکاروں نے اپنی ضرورت کے لئے اٹھا رکھا ہے اور جب کاشتکاروں سے راست غلہ خریدنے کی تجویز پیش ہوئی تو عوام کے یہی نمائندے جو صداقت کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں یہ کہنے لگے کہ کاشتکار کے پاس غلہ رہتا کہاں ہے سب ساہوکار لے جاتا ہے۔ اس قسم کی قلابازیوں کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ عوام کی پریشانیاں بڑھتی جائیں اور نتیجہ کے طور پر حکومت کی مشکلات میں اضافہ ہو جائے۔

چند سال قبل حکومت نے محصول زائد منافع عائد کرنا چاہا تھا اس وقت بھی مسٹر ونگ راؤ کے ہر بڑا اور چھوٹا لیڈر اس تجویز کے خلاف کمربستہ نظر آ رہا تھا اور ایسے ایسے فرسودہ اور پامال دلائل پیش کر رہا تھا کہ سننے والوں کو اگر ہنسی نہ آتی تو شاید رونا آ جاتا۔

## لیڈر یا کارندے

ہمارے یہ قومی لیڈر عوام کا نام لے کر مفادات حاصلہ کی کس طرح حمایت کرتے ہیں اس کا ثبوت ایک تازہ واقعہ سے مل سکتا ہے۔ مسئلہ اغذیہ کو حل کرنے کے لئے حکومت سرکار عالی کاشتکاروں سے پیداوار کی قیمت راست غلہ خریدنا چاہتی ہے۔ آندھرا اور مہاراشٹرا کانفرنسوں کی مجالس عاملہ حکومت کی اس تجویز کی مخالفت کر رہی ہیں۔ حالانکہ حکومت کے اس عمل سے کاشتکاروں کا بالعموم اور چھوٹے کاشتکاروں کا بالخصوص یہ فائدہ ہوگا کہ انہیں ان کی محنت کا وہ صلہ ملے گا جو ساہوکار یا کومٹی ہرگز ادا نہیں کرتا۔ واقعہ یہ ہے کہ درمیانی اشخاص نہیں چاہتے کہ حکومت کاشتکار سے راست معاملت کرے ان کے دکھ درد کا علاج کرے اور انہیں ان کا خون چوسنے والوں کے پنجہ سے نجات دلائے۔ درمیانی اشخاص کی اس خواہش کو آندھرا اور مہاراشٹرا کانفرنسوں کی قرارداد میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر کرناٹک کانفرنس نے ایسی کوئی قرارداد منظور نہیں کی ہے تو ہمیں یقین ہے کہ چند روز میں اس کانفرنس کی قرارداد بھی اخبارات میں شائع ہو جائے گی۔ البتہ طبقہ جاگیرداران سے ہمیں توقع تھی کہ وہ اس پروپگنڈے کا شکار نہ ہوگا مگر حیرت ہے کہ ہماری یہ توقع پوری نہ ہو سکی۔ حکومت کی اس تجویز کی اہمیت اور اس کی ضرورت کو پوری طرح ذہن نشین رکھنے کے لئے اس امر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ درمیانی اشخاص اپنے علاقے کے بڑے تاجر، ساہوکار، کومٹی وغیرہ کاشتکاروں سے نہایت ہی حقیر داموں میں ان کی ساری پیداوار خرید لیتے ہیں اور اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح اس مال کو خفیہ طور پر برطانوی ہند کے علاقوں میں برآمد کریں تاکہ وہاں کے چور بازاروں میں من مانے دام وصول ہوں۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو حکومت سے اجازت نامہ حاصل کرنے کی فکر میں پیروی کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس مال کو بازار میں لا کر مناسب اور مقررہ داموں پر فروخت کرنے کے بجائے چور بازار میں اس کی فروخت کا انتظام کرتے ہیں۔ اس خودغرضانہ اور مخالفت ملک عمل اور نفع اندوزی کا مضرت رساں اثر عام صارفین کی (ہندو ہوں یا مسلمان) جیبوں اور صحت پر پڑتا ہے۔ ہم نے اپنی گزشتہ اشاعتوں میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ کس طرح غلہ کے بڑے تاجر جن میں چند کھدر پوش کانگریسی لیڈر بھی شریک ہیں حکومت کے اعتماد اور عوام کی عقیدت سے فائدہ اٹھا کر لاکھوں اور کروڑوں روپے پیدا کر رہے ہیں۔ جوار، مونگ پھلی، انگر غرض کوئی جنس ایسی نہ ہوگی جس کو ان اصحاب نے نفع اندوزی کا ذریعہ نہ بنایا ہو۔

## رجعت پسندی

اگر یہ تجویز صحیح ہے تو حکومت کی یہ کوشش کہ پیداوار کا کم از کم ایک قلیل حصہ خفیہ ذخائر یا چور بازار میں جانے سے محفوظ رہے کس طرح قابل اعتراض قرار پا سکتا ہے؟ حکومت نے اس غرض کے لئے غیر سرکاری کمیٹیاں مقرر کی ہیں۔ قیمتوں کے تعین میں جملہ امور کو پیش نظر رکھ کر کاشتکار کے مفاد کی پوری حفاظت کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ خانگی تجارت کے بھی راستے کھلے رکھے گئے ہیں۔ اس تجویز پر اعتراض کرنا دراصل اس پوشیدہ خواہش کا اظہار کرنا ہے کہ حکومت کاشتکاروں سے قریبی ربط پیدا نہ کرے۔ مفادات حاصلہ کی جانب سے ایسی خواہش کا اظہار قابل فہم ہے لیکن آندھرا، مہاراشٹرا اور کرناٹک کانفرنسوں کی جانب سے ایسی رجعت پسندانہ خواہش کی تائید ناقابل معافی ہے۔ اب یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوتی جا رہی ہے کہ یہ تینوں کانفرنسیں ذخیرہ بازی اور نفع اندوزی

غلہ برآمدات اور کاشتکاروں سے استحصال ناجائز کو نہ صرف روا رکھتی ہیں بلکہ اس بات پر مصر ہیں کہ صورت حال میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو۔ وہ حضرات جو ان کانفرنسوں کے کرتا دھرتا ہیں، جو اپنے آپ کو کانگریسی کہتے ہیں اور اپنے ہر قول یا فعل کی تائید میں گاندھی جی کا کوئی مقولہ پیش کرتے ہیں اگر حیدرآباد کے نظم و نسق میں کوئی موثر آواز حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو ظاہر ہے کہ ان کا رویہ عوام کی فلاح و بہبود کا دوست نہیں ہو سکتا۔ عوام کا نام لے کر ساہوکاروں اور زمینداروں کے احکام کی تعمیل ان کا مسلک ہوگا۔

**حکومت کا لائحہ عمل**

مسئلہ غذا کو حل کرنے کے لئے حکومت سرکار عالی نے جو لائحہ عمل مرتب کیا ہے اس کے اہم اجزا یہ ہیں:۔

(۱) ذخیرہ بازی نفع اندوزی اور خفیہ برآمدات کا انسداد

(۲) کاشتکاروں سے اس قدر غلہ فراہم کرنا کہ اگر تاجران غلہ مقررہ نرخ پر مال فروخت نہ کریں تو حکومت ان کے مقابلے کے لئے میدان میں آئے اور معاشی مسابقت کے ذریعہ تاجروں کو مجبور کرے کہ وہ عوام کو مقررہ نرخ پر غلہ فروخت کریں۔

(۳) بڑے شہروں میں راشن بندی

(۴) اجناس خوردنی کی پیداوار میں اضافہ کرنے کے لئے کاشتکاروں کے ساتھ فیاضانہ مراعات۔ سال حال کے موازنہ میں اس غرض کے لئے ۲۴ لاکھ کی رقم رکھی گئی ہے۔

(۵) اگر تجاویز بالا پر کامیابی کے ساتھ عمل ہو سکے اور فاضل پیداوار عمل میں آئے تو ایسی فاضل پیداوار کو ضرورت مند علاقوں کے لئے برآمد کرنا۔

ہم نے متعدد بار اپنا یہ شبہ اور اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ شاید برآمدات کی حکمت عملی عاقبت اندیشی پر مبنی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حیدرآباد غذائی اعتبار سے خود مکتفی نہیں ہے۔ گذشتہ کئی سال کا تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ ہر سال (۶۵) ہزار ٹن چاول اور (۱۰) ہزار ٹن گیہوں جب تک درآمد نہ کئے جائیں ہمارے ملک کی غذائی ضروریات پوری نہیں ہو سکتیں۔ اب جبکہ درآمدات موقوف ہیں یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ حیدرآباد کی پیداوار فاضل ہوگی۔ لیکن آندھرا، مہاراشٹرا اور کرناٹک کانفرنسیں جو تاجران غلہ کے زیر اثر ہیں کبھی برآمدات کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالتے۔ نہ صرف یہی بلکہ ملک کے بعض سربرآوردہ مگر ناواقف اصحاب کو برآمدات کی تائید پر اکساتے ہیں۔ حکومت کے غذائی مسلک کے ان اجزا کی تائید نہیں کرتے جو واقعی مستحق تائید ہیں۔

**برطانوی ہند میں کیا ہو رہا ہے**

گذشتہ ہفتہ "اسوسی ایٹیڈ پریس" نے دہلی سے ایک طویل پیام شائع کیا ہے جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ہندوستان کے مختلف صوبوں اور ریاستوں میں کاشتکاروں سے راست غلہ فراہم کرنے کے لئے حکومتوں نے کس قسم کے قوانین نافذ کئے ہیں۔ "اسوسی ایٹیڈ پریس" کے اس طویل بیان کا لب لباب یہ ہے کہ:۔

ٹراونکور، کوچین، اڑیسہ اور سندھ میں اجناس خوردنی کی حد تک خانگی تجارت ممنوع قرار دی گئی ہے۔ مدراس میں حکومت کے عہدہ دار مقررہ قیمتوں پر مقررہ مقدار راست کاشتکار سے خریدتے ہیں۔ ضلع کوئمبتور میں دو سے پانچ ایکر رکھنے والے کاشتکار اپنی پیداوار کا [illegible] حصہ، پانچ سے دس ایکر رکھنے والے کاشتکار [illegible] اور دس تا پچاس ایکر کے کاشتکار [illegible] حصہ حکومت کے ہاتھ ازروئے قانون فروخت کرنے پر مجبور ہیں اور پچاس ایکر سے زیادہ رقبہ کے کاشتکار اپنی پیداوار کا [illegible] حصہ حکومت کو فروخت کرتے ہیں۔ صوبہ بمبئی میں چاول کی پیداوار کا [illegible] حصہ اور دیگر اجناس کا [illegible] حصہ حکومت خریدے گی۔ سندھ میں اجناس کی خرید فروخت سنڈیکیٹ کے ذریعہ عمل میں آئے گی۔ پنجاب، بہار اور بنگال میں بھی حکومت کے ہاتھ غلہ فروخت کرنے کے لئے احکام نافذ کر دئے گئے ہیں۔

اگر قارئین برطانوی ہند کے قوانین کا بہ نظر غائر مطالعہ کریں اور حکومت حیدرآباد کے اعلان سے ان کا موازنہ کریں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حکومت سرکار عالی نے کاشتکاروں کے حق میں کس قدر فیاضی اور رعایت کو ملحوظ رکھا ہے۔ برطانوی ہند کے صوبوں اور دیگر ریاستوں کے پبلک ادارے ان ضروری اور اہم تجاویز کے خلاف نہ تو شورش کر رہے ہیں اور نہ سازش مگر حیدرآباد کی آندھرا، مہاراشٹرا اور کرناٹک کانفرنسوں کے متعدد رہنماؤں نے آسمان سر پہ اٹھا رکھا ہے۔

ضرورت ہے کہ عوام اور خاص کر کاشتکاروں کو ان حقائق سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ ان رہنماؤں کی خود غرضانہ ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہیں۔ ہمیں امید ہے کہ کامریڈ اسوسی ایشن سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان کانفرنسوں کی عوام فریبی سے پبلک کو متنبہ کر دے گی۔

# قرآن مجید کا تلنگی ترجمہ

مسٹر قاسم خاں ایم اے نے قرآن مجید کا تلنگی زبان میں ترجمہ شروع کیا ہے جس کے دو حصے شائع ہو چکے ہیں۔ اس ترجمہ کی نسبت آندھرا کے بعض سربرآوردہ اصحاب نے جو آرا ظاہر کئے ہیں ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سر سی آر ریڈی وائس چانسلر آندھرا یونیورسٹی اپنے ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:۔ قرآن مجید کا آپ نے تلنگی میں جو ترجمہ کیا ہے وہ اعلیٰ محاسن کا حامل اور زیادہ سے زیادہ تحسین کا مستحق ہے۔ موضوع نہایت اہم ہے، اسلوب بیان واضح، شستہ، موثر اور دلنشین ہے۔ آپ کی تشریحات جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن اور ہندوؤں کی کتب مقدس میں کونسے امور مماثل اور مشابہ ہیں آپ کی علمیت اور قوت فکر کی دلیل ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ اس ترجمہ کی تکمیل کو اپنی زندگی کا مقدس فرض قرار دیں۔

مسٹر لکشمی کانتم ایم اے صدر شعبہ السنہ آندھرا یونیورسٹی تحریر کرتے ہیں:۔ میں نے ہر صفحہ کو بغور پڑھا اور مجھے بہت سی نئی چیزیں معلوم ہوئیں۔ مجھے توقع ہے کہ دوسرے لوگ بھی اسی مسرت اور دلچسپی سے اس کو پڑھیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ترجمہ کے باقی حصے آپ جلد مکمل کر دیں۔ تلنگی زبان میں آپ کی قابلیت پر دنیا کو حیرت ہوگی مگر چونکہ میں آپ کی ادبی صلاحیتوں سے ایک عرصہ سے واقف ہوں اس لئے مجھے آپ کے اس کارنامہ پر حیرت تو نہیں بلکہ مسرت ہوئی۔ لیکن جو چیز میرے لئے باعث حیرت ہے وہ مذہبی نظامات سے آپ کی وسیع واقفیت ہے۔

تلنگی کے ایک مشہور ادیب مسٹر ٹی سبرامنیا شاستری تحریر کرتے ہیں کہ:۔ قرآن مجید کا تلنگی میں ترجمہ تلنگی ادب میں اعلیٰ مقام حاصل کرے گا۔ آندھرا کی تین کروڑ آبادی میں سے بیس لاکھ مسلمان ہیں۔ یہ ایک افسوسناک واقعہ ہے کہ مسلمانوں نے اگرچہ تلنگانہ پر پانچ سو سال حکومت کی لیکن ان کے مذہب سے متعلق تلنگی میں کوئی کتاب شائع نہ ہوئی۔ اس کے برعکس عیسائیوں نے جن کی تعداد صرف چھ لاکھ ہے دو سو سال قبل انجیل کا تلنگی نظم میں ترجمہ شائع کیا۔ اس کے بعد سے عیسائیت پر بہت سی کتابیں تلنگی میں شائع ہو چکی ہیں۔ لیکن اس زبان میں اسلام سے متعلق کتابیں معدودے چند ہیں۔ صرف چار پانچ کتابیں پائی جاتی ہیں [illegible]

# برطانیہ کی خارجی حکمت عملی

ماسکو کا اجتماع جس سے برطانیہ، امریکہ اور سوویٹ روس کے بین الاقوامی تعلقات میں ایک نیا دور شروع ہوتا ہے برطانیہ کی خارجی حکمت عملی کے اصولوں پر تبصرہ کرنے کے لیے ایک مناسب موقع فراہم کرتا ہے۔

ایک مربوط اور جامع خارجی حکمت عملی جو فوجی قوت کے تعلق سے تشکیل دی گئی ہو برطانوی سیاسیات میں نسبتاً ایک جدید تصور ہے۔ ایک ملک جس کی آنکھیں انیسویں صدی کی برتری کی درخشاں روایات سے دیکھ چونکی رہتی ہوں۔ ایسی پالیسی کی ضرورت کو بادل ناخواستہ تسلیم کر رہا ہے۔ عملی نقطہ نظر سے گزشتہ جنگ عظیم کے بعد اکثر مفکرین نے برطانیہ اور دوسرے ممالک کے اتحاد کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔

تجربہ معلوم ہوا ہے کہ ... سطح میں ... دوران جنگ میں بیرونی حملوں کو ناپید کرنے کا روایتی عقیدہ بہت قوی رہا۔ امریکہ میں روایتی علیحدگی پسندی کے ... اور اس کی عقلی توجیہ میں کہ علیحدگی پسندی میں ایک کشمکش جاری ہے۔ اس کشمکش کا مشاہدہ ... نے متحدین کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ برطانیہ میں یہ کشمکش ختم ہوچکی ہے لیکن امور خارجہ میں بھی حرکت عمل دماغ سے زیادہ دل ہے۔

یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ چالیس سال قبل دوسرے ممالک سے اتحاد قائم کرنے کی جو پالیسی بنائی گئی تھی اس کے مضمرات کو یہ ملک پوری طرح محسوس کر رہا ہے۔ اگر برطانیہ کو نظام نو کی تشکیل میں حصہ لینا ہے تو اس کو اپنے وعدوں کا ایفا کرنا چاہئے۔ اس مقصد کے حصول کا پہلا قدم یہ ہوگا کہ برطانیہ کے وعدوں کو برطانوی عوام پوری طرح قبول کرلیں اور اس کا علم دنیا کو ہوجائے۔ برطانیہ کی نیت کے متعلق شکوک نے اگست ۱۹۱۴ء کو قیصر کے مشیروں کو متاثر کیا تھا اور ممکن ہے کہ ستمبر ۱۹۳۹ء کو ہٹلر کے مشیروں کو متاثر کیا ہو۔ لیکن ایک قوم جس نے یہ تسلیم کرلیا ہو کہ وہ دنیا سے علیحدہ نہیں رہ سکتی اور یہ کہ خود اس کی حفاظت کے لئے متحدین کی ضرورت ہے وہ اپنے ارادہ یا اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی صلاحیت سے متعلق شبہات کو باقی نہیں رہنے دے سکتی۔

... کی ضرورت خارجی حکمت عملی اور فوجی قوت میں ایک قریبی ربط کی متقاضی ہے ۱۹۰۲ء سے ۱۹۱۴ء تک برطانیہ کی خارجی پالیسی فوجی اور بحری حکمت عملی ... اور اس امر پر مبنی تھی کہ اس کی ... فوجیں فرانس کی معاونت کے لئے کس حد تک استعمال کی جائیں گی ۱۹۰۶ء اور ۱۹۱۴ء کے مابین برطانیہ کی خارجی حکمت عملی ناکام ہوئی کیونکہ یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی کہ اس کے وعدوں کو روبہ عمل لانے کے لئے کس قدر فوجی وسائل درکار ہیں۔

آج بھی یہ بحث کہ برطانیہ کو اس یا اس سرحد کے مناقشہ کی تائید کرنی چاہئے یا نہیں یا اس یا اس ملک کے اس دعوے کی حمایت کرنی چاہئے یا نہیں کہ وہ ایک علیحدہ مملکت کی صورت میں قائم رہنے کا حق رکھتا ہے عام طور پر مصلحت وقت یا جذبات کے تحت جاری ہے لیکن اس سوال کو نظر انداز کیا جاتا ہے کہ آیا جو حل تجویز کیا جاتا ہے اس کو روبہ عمل لانے کے لئے برطانیہ کے پاس فوجی طاقت بھی ہے اور اگر ہے تو کیا اس مقصد کے لئے اس طاقت کو استعمال کرنے پر آمادہ ہے۔ ان سوالات کو ایسے موقع پر بار بار دہرایا نہیں جا سکتا جبکہ تین بڑی قوتیں یورپ کے مستقبل سے متعلق اہم فیصلے کرنے میں مصروف ہوں۔

وعدے اور ان کے ایفا کی صلاحیت کے اصول کو اگر اچھی طرح تسلیم کرلیا جائے اور برطانیہ کی آئندہ پالیسی کو تشکیل دینے والے اس اصول پر عمل نہ کریں تو نتائج سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جنگ کے جدید طریقوں نے داخلی اور خارجی پالیسی میں ایک قریبی ربط قائم کردیا ہے جس کی وجہ سے قومی طاقت اور قومی پالیسی نہ صرف فوجی طاقت پر منحصر ہوتی ہے (جیسا کہ ۱۹۱۴ء سے پہلے تھا) بلکہ ایک قوم کی قوت پیداوار پر بھی اس سے زیادہ اس کا انحصار قومی وحدت اور قوم کی ہم خیالی پر ہوسکتا ہے۔

پس بعض چیزیں جو حکومت کے دائرہ عمل سے باہر سمجھی جاتی تھیں (جیسے اداروں کی فنی صلاحیت برقرار رکھنا، صنعتوں کی تنظیم وغیرہ) اور بعض چیزیں جن کا تعلق محض امور داخلہ سے تھا (جیسے صحت عامہ، تعلیم، تعمیر مکانات وغیرہ) اب برطانیہ کے لئے دنیا میں اپنا وقار قائم رکھنے اور اس کی خارجی حکمت عملی کے لئے از بس ضروری ہیں۔ داخلی اور خارجی پالیسی اب ناقابل تقسیم ہیں۔

داخلی امور میں جمود کا پیدا ہونا خارجی حکمت عملی پر مضر اثر ڈالتا ہے جیسا کہ ۱۹۳۰ء میں ہوا تھا برطانیہ مستقبل میں محض اپنی قوت کے ادعا پر انحصار نہیں کرسکتا اور ماضی میں بھی اس نے ایسا نہیں کیا۔ آج قومیت آزادی کا پروانہ نہیں ہے۔ جرمن قومیت کو محض اس لئے مٹانا کافی نہیں ہے کہ اس کی جگہ برطانوی روس کی قومیت کو دی جائے۔

آج سیاسی آزادی کے علاوہ اور بھی آزادیاں حاصل کرنی باقی ہیں ان کے حصول کے لئے بین الاقوامی تدابیر درکار ہیں۔ برطانیہ کے تعلقات اس کی نوآبادیات سے بہت قوی ہیں اور روس اور امریکہ کے اتحاد کے ساتھ اس کی خارجی حکمت عملی کے لئے میدان وسیع ہے۔ معاشی تنظیم اور سماجی بہتری جو برطانیہ کی داخلی پالیسی کے بنیادی اجزا ہیں ان کی دنیا کو بھی ضرورت ہے تاکہ وہ گزشتہ تیس سال کے مصائب اور آلام سے نکل سکے۔ ماسکو کانفرنس نے ایک ایسی بنیاد فراہم کردی ہے جس پر بین الاقوامی اشتراک عمل اور اتحاد کے ساتھ جدید معاشی اور سماجی نظام تشکیل دیا جاسکتا ہے۔

## مصر میں معاشی تنظیم

### برقی قوت کی اہمیت

معاشی تنظیم آج کل ہر آزاد حکومت کے لئے لازمی ہوگئی ہے۔ ابھی حال میں وفد پارٹی کی جو کانگریس منعقد ہوئی تھی اس میں حکومت مصر نے اس فیصلہ کا اعلان کیا کہ ایک پنج سالہ جامع لائحہ عمل اختیار کیا جائے گا۔ یہ کانگریس آزادی مصر کے معاہدہ کی بیسویں سالگرہ منانے کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ اس تحریک کے بانی سعد زغلول پاشا مرحوم تھے۔ مصر کی موجودہ حکومت وفد پارٹی کے ہاتھ میں ہے اور وفد پارٹی کی جانب سے وزیر مالیات امین عثمان پاشا نے جو لائحہ عمل پیش کیا ہے اس کا مقصد بیان کرتے ہوئے ... برقی قوت کی تولید اور ہوابازی اس لائحہ عمل کے بنیادی اجزا ہیں۔

برقابی قوت سے استفادہ کرنے کی تجویز ۱۹۰۲ء سے زیر غور تھی مصر کے ارباب فکر و نظر اس مسئلہ کی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں۔ زرعی رقبہ کی قلت اور ملک بھر میں آبادی کے اضافہ نے معاشی مسئلہ میں پیچیدگی پیدا کردی ہے اس کا حل صنعتی ترقی میں مضمر ہے۔ ختم جنگ کے بعد جب نوجوان منتشر ہوجائیں گے تو یہ مسئلہ اور اہم ہوجائے گا۔ برقی قوت کی تولید بہت سے مسائل کا حل فراہم کردے گی زراعت کی ترقی میں بھی اس سے کام لیا جاسکے گا۔

مشرق قریب یا مشرق وسطیٰ میں مصر سے بہتر کوئی مقام ہوابازی کے لئے موزوں نہیں۔ مشرقی اور مغربی صحرائی یکساں سطح طیارہ گاہوں کی توسیع کے لئے کافی گنجائش فراہم کرتی ہے۔ یہاں طیارہ گاہوں کی تعمیر کے لئے وہ امکانی ... جدید سہولتیں ...

# روسی مسلمان

## مترجمہ۔ سردار علی صاحب الہام

روس گو ہندوستان کا ایک قریبی ہمسایہ ملک ہے اور اس کی مسلمان آبادی تقریباً تین کروڑ ہے جس میں سنی المذہب مسلمانوں کی اکثریت ہے لیکن ہندوستانی عوام کو روس سے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہیں اور جو کچھ بھی واقفیت ہم تک پہنچتی ہے وہ بڑی حد تک غیر صحیح بے ربط اور بے تک آمیزی کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔ لیکن یہ موضوع کافی اہمیت رکھتا ہے۔ اور کچھ نہیں تو صرف اس لئے کہ ہندوستان کا روس سے ایک گہرا تاریخی ربط ہے خاص طور پر مسلمانوں کا ——— روسی مسلمان (ترکستانی آبادی) اور ہندوستان مختلف ادوار میں ایک ہی سلطنت کے مختلف حصوں کی حیثیت سے غزنویوں، تیموریوں اور مغلوں کے زیر نگین رہ چکے ہیں۔

روسی مسلمان مشترک النسل نہیں ہیں بلکہ ان کا جدا جدا نسلوں سے تعلق ہے جیسے آریائی، کاکیشیائی، ترکی اور افغانی ۔۔ مختلف قومیتوں میں منقسم ہیں جن کی زبانیں بھی علحدہ علحدہ ہیں۔ عوامی زبان میں ترکی الفاظ کی بہتات ہے لیکن ان کی ہیئت اس قدر بدل چکی ہے کہ ایک اجنبی کے لئے ان کا سمجھنا دشوار ہے۔

مسلمانوں کی زیادہ تعداد ترکستان یا وسط ایشیا میں آباد ہے۔ جس میں تقریباً ایک لاکھ ایرانی النسل آریا ہیں ——— یعنی تاجک اور پہاڑی۔

ترکی بولنے والی اکثریت تین بڑے گروہوں میں منقسم ہے۔ شمال میں تقریباً پانچ لاکھ کرغیز ترک، وسط میں تقریباً پانچ لاکھ ازبک اور جنوب مغرب میں تقریباً ایک لاکھ ترکمانی ——— اور سوا چند تاجک جماعتوں اور ایرانی النسلوں کے تمام ترک سنی ہیں۔

دوسرا بڑا گروہ کاکیشیوں کا ہے۔ آذربائیجان کے جنوبی حصے اور شمال میں کچھ ترکی گروہوں کو ملا کر تقریباً دو لاکھ نفوس آباد ہیں۔ تقریباً نصف لاکھ مسلمان کاکیشیائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور تقریباً نصف لاکھ ایرانی النسل ہیں۔

تیسرا بڑا گروہ تاتاریوں اور باشکروں کا ہے جو روسیوں کے ساتھ شہروں میں رہتے ہیں ان کی مجموعی آبادی تقریباً تین لاکھ ہے۔ وہ اپنی زبان سے زیادہ روسی اچھی بولتے ہیں۔ اور دوسرے روسی مسلمانوں سے زیادہ متمدن ہیں۔

کریمیا اور مغربی سائبیریا وغیرہ میں کچھ اور جماعتیں اور گروہ بھی ہیں لیکن ان کی اہمیت نسبتاً کم ہے

بیرونی طالب علموں اور روس کا مطالعہ کرنے والوں کو بڑی دشواری ہوتی ہے جبکہ مختلف مسلم گروہوں کے لئے صرف لفظ "تاتار" استعمال کیا جاتا ہے حالانکہ کزان تاتار، کاکیشیائی تاتار، کریمیائی تاتار، سائبیریائی تاتار، سفید روسی تاتار اور اسی قسم کے مختلف گروہ جدا جدا ہیں اب مغربی یورپ میں لفظاً تاتار منگولوں کے لئے مستعمل ہے اور روسی مسلمانوں پر منگولوں کے اثر کے مختلف نظریات پیدا ہو گئے ہیں۔ فی الحقیقت ان میں سے کسی کو منگولوں سے کوئی واسطہ نہیں۔

وسط روس کے باشندے کزان تاتاریوں کی طرح بیرونی حملہ آوروں کی نسل سے ہیں یا ان سے اثر پذیر ——— اسی لئے لفظ تاتار مسلم کے مرادف بن گیا۔ اور جب روسیوں کو دوسرے مسلمانوں سے واسطہ پڑا تو انہیں تاتار کہنے لگے جس کا مفہوم عام طور پر یہ لیا جاتا ہے۔ کزان اور والگا تاتار اسلام قبول کر کے ترکی حملہ آوروں سے کچھ عرصہ گھل مل گئے اور ان کی زبان استعمال کرنے لگے۔

کاکیشیائی تاتار کا منگولوں سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ایرانیوں، ترکوں، اور دوسرے حملہ آوروں سے ارتباط کا نتیجہ ہیں۔

زندگی کے طور طریق۔ تہذیبی ارتقاء، زبان اور قال و قد کے لحاظ سے مختلف اسلامی گروہوں میں بڑا اختلاف ہے۔ گذشتہ تقریباً نصف صدی سے انھوں نے مغربی تمدن اپنانے کی بڑی کوشش کی۔ بالخصوص کزان تاتارے، جن میں تعلیم بسرعت تمام عام ہوتی جاتی ہے۔

روس کے اصلی باشندوں اور روسی مسلمانوں کے رتبے میں کوئی سماجی فرق نہیں ان کی تاریخ کی ابتدا سے روس (حکومت اور عوام) اسلام کی حد تک مماثل رہا جیسے بدھ مت کے حق میں بھی جس سے انہیں سابقہ رہا۔ یہ کسی کمزوری یا رعایت کی بنا پر نہیں بلکہ اسلام ایک علیحدہ فرقہ تھا اور ان دوسرے مذاہب سے بالکل جداگانہ نوعیت رکھتا تھا جن کا عیسائیت سے کچھ بھی تعلق ہے یا دوسرے گرجاؤں سے ——— جیسے رومن کیتھولک یا یہودی۔ پراٹسٹنٹ گرجا بھی پسند نہیں کئے جاتے تھے البتہ ان سے کوئی تنازعہ بھی نہ تھا بشرطیکہ وہ پروپگنڈہ سے اجتناب برتیں۔ مسجدوں کی تعمیر میں کبھی کوئی رکاوٹ پیش نہ آئی

اور روس کے طول و عرض میں حتی کہ ماسکو میں بھی مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ روس کے دور وسطیٰ جیسے تاریک عہد میں بھی اسلام کی بحیثیت ایک مذہب کے کبھی مخالفت نہیں کی گئی۔ ایک مسلمان کسی روسی سے دو شخص بہتر کوئی فوجی عہدہ حاصل کر سکتا تھا یا وہ تمام عہدے جن کی ان میں صلاحیت اور اہلیت ہو۔ یونیورسٹیوں میں مسلمان طلبا پر کوئی پابندی نہ تھی اور نہ کسی دوسرے شعبۂ زندگی میں ———

البتہ سیاسی پروپگنڈا اور انقلابی جد و جہد کی ممانعت تھی خواہ وہ اسلامی صورت ہی میں کیوں نہ ہو جیسے "پان تورانیازم" "پان اسلامزم" یا ترکی پارٹی "اتحاد و ترقی" کے خیالات ——— لیکن ان تحریکوں کا مذہب سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔

حکومت کی اس ساری پالیسی سے جسے بیرونی دنیا نے کچھ اس انداز میں پیش کیا ہے کہ اس سے اسلام دشمنی ٹپکتی ہے۔ حکومت کا مقصد بالکل جداگانہ تھا۔ حال ہی میں ایک گراں بہا نفیس مسجد پیٹرسبرگ (لینن گراڈ) میں تعمیر کی گئی تھی۔ حالانکہ شہر میں اور بھی متعدد چھوٹی مسجدیں تھیں جو صدر مقام کے ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کی مذہبی ضروریات کی تکمیل کے لئے کافی تھیں۔ مسجد وسط ایشیائی طرز کی ہے۔ اور سمرقند کے تیموری طرز تعمیر کی نقل ———

---

# سیاسی نمک پارے

از

کشاف

اس سال عید تو ہوئی مگر قربانی نہ ہو سکی جس کی ذمہ داری ان نفع اندوزوں پر عائد ہوتی ہے جو غریبوں کی جیبوں کو ذبح کر رہے ہیں۔ اس لئے ہم عید کی مبارکباد ملتوی رکھتے ہیں۔

---

بعض ایسے لیڈر اور ادارے جن کی رائے اہم ہے لیکن بے وقت نہیں اس خیال کا پرچار کر رہے ہیں کہ حکومت کی جانب سے کاشتکاروں سے کچھ حصہ پیداوار کی راست خریداری چھوٹے کاشتکاروں کے لئے مصیبت کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ ان کی تجویز ہے کہ پانچ ایکر والے کاشتکاروں کو اس حکم کے اثر سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔

حکم کو بے اثر کرنے کا ان لیڈروں نے کیا اچھا طریقہ نکالا ہے! کاشتکاروں کی اکثریت پانچ ایکڑ سے کم رقبہ والوں پر مشتمل ہے۔ اگر پانچ ایکڑ کے کاشتکاروں کو مستثنیٰ کر دیا گیا تو حکومت خود بخود اس قانون کو غیر ضروری خیال کر کے منسوخ کر دے گی۔

---

بعض ذمہ دار حلقوں کی حالیہ تقاریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت سرکاری اشیائے مایحتاج کی قیمتیں گھٹانا چاہتی ہے۔ ان اشیاء میں بلحاظ اہمیت اغذیہ، کپڑا، ادویہ اور روزمرہ ضروریات کی دیگر اشیاء ہیں۔ ظاہر ہے کہ اغذیہ کی قیمت گھٹائی جائے تو معاشیات کے آزمودہ اصول کے مطابق دیگر اشیاء کی قیمتیں بھی نسبتاً کم ہو جائیں گی۔ اغذیہ کی قیمت گھٹانے کے لئے حکومت نے غلہ کی راست خریدی، ذخیرہ بندی اور نفع اندوزی کا انسداد اور بڑے شہروں میں راشن بندی کا طریقہ تجویز کیا ہے۔ اگر اس مسئلہ پر کامیابی سے عمل کیا گیا تو اشیائے مایحتاج کی قیمتیں قابو میں لائی جا سکیں گی۔

اس حکمت عملی کی مخالفت کرنے والے ——— خواہ ان کا نام اور لباس کچھ ہو اور خواہ وہ ترقی پسند اصطلاحات استعمال کرتے ہوں ——— یا تو خود نفع اندوز ہیں یا نفع اندوزوں کے مددگار ہیں۔

---

جامعہ عثمانیہ کے ایک کورٹ کے جلسہ میں ڈاکٹر [illegible] قریشی نے راشن بندی کی ان الفاظ میں تائید کی کہ [illegible]

"نہ صرف غذائی اجناس پر ہی راشن بندی ضروری ہے بلکہ دیگر تمام ضروریات زندگی کی راشن بندی بھی لازمی ہے"

معلوم ہوتا ہے کہ معاشیات کی کوئی نئی کتاب ڈاکٹر صاحب کے زیر مطالعہ ہے۔

---

کنٹرولر صاحب اے۔ آر۔ پی نے اپنی ایک نشری تقریر میں فرمایا کہ:-

"ہماری آبادی کا نصف یا اس سے زیادہ حصہ خصوصاً تلنگانہ کا رقبہ چاول کھانے کا عادی ہے جن کے لئے عادتاً جوار چاول کا بدل نہیں ہو سکتی اور اس بنا پر ہم چاول کی حد تک کبھی خود مکتفی نہیں ہو سکتے۔ اور یہی حال گیہوں کا ہے"

ان اجناس خوردنی میں ہمارا خود مکتفی نہ ہونا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ حیدرآباد فاضل پیداوار کا ملک ہے۔ اس کو منطق کی اصطلاح میں "دلیل کمتقی" کہتے ہیں۔

---

کاشتکاروں سے راست غلہ کی خریداری سے متعلق آندھرا کانفرنس اور مجلس جاگیرداران کے بعض اعتراضات کو پیش کر کے معاصر "رعیت" نے تحریر کیا ہے کہ:-

"یہ ملک کے ان ذمہ دار اداروں اور طبقات کے خیالات ہیں جو بحیثیت مجموعی ملک کے مفاد اور خوشحالی میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ کیا ہم توقع کر سکتے ہیں کہ حکومت ان خیالات کا لحاظ مناسب کرے گی؟"

یاد رہے کہ اس مخصوص مسئلہ میں معاصر "رعیت" کی رائے [illegible] ایک بات [illegible] سناتے ہیں!

---

ایک صاحب نے ہم سے یہ شکایت کی ہے کہ حیدرآباد میں ایک عرصہ سے محکمہ اعداد و شمار قائم ہے لیکن پھر بھی صحیح اعداد و شمار کا فقدان ہے۔

ہمارے خیال میں ضرورت ہے ایک [illegible]

---

نگر کی جس کا نام ہو ——— محکمہ صحیح اعداد و شمار

---

ایک واقف کار اور وسیع تجربہ رکھنے والے عہدہ دار نے ہم سے کہا کہ جب تک پٹیل پٹواریوں کے ذریعہ مواد فراہم کیا جاتا ہے تب تک صحیح اعداد و شمار کا دستیاب ہونا ممکن نہیں۔

حکومت کو صحیح حالات و واقعات سے بے خبر رکھنا دیہی وطنداروں کی قدیم عادت رہی ہے تاکہ ان کے موروثی اثرات قائم و برقرار رہیں۔ نظام وطنداری پر عالمی نظام کی روشنی میں نظر ثانی کی ضرورت ہے اور یہ کام محکمہ تنظیم مابعد جنگ بخوبی انجام دے سکتا ہے۔

---

ایک استفسار:-

کیا نواب علی نواز جنگ بہادر، مولوی سید عارف الدین صاحب سابق چیف انجینئر اور مولوی عبدالرحمن خان صاحب سابق صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ مجلس تنظیم مابعد جنگ کے ارکان ہیں؟

جواب:-

اگر یہ اصحاب ارکان نہیں ہیں تو سنا جاتا ہے کہ ایک علیحدہ کمیٹی بنا کر تنظیم مابعد جنگ کے مسائل پر حکومت کے آگے وہ ایک علیحدہ رپورٹ پیش کریں گے۔

---

ایک اور استفسار:-

کیا غلہ زیادہ اگاؤ کی مہم کامیاب نہیں ہوئی ہے؟

جواب:-

رائے منوہر پرشاد ایک نگی عہدہ دار ہیں اور [illegible] پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم کیونکر کہیں کہ جس اسکیم کو وہ چلا رہے ہیں ناکام ہو سکتی ہے!

---

ایک پاکستانی صاحب نے تحریر کیا ہے کہ مجلس اتحاد المسلمین کے سالانہ جلسہ میں قائداعظم مسٹر جناح کو دعوت دی گئی ہے۔ ہر سال اسی طرح دعوت دی جاتی ہے مگر مسٹر جناح کبھی تشریف نہیں لاتے۔ آخر یہ کیا بات ہے؟

مسٹر جناح تشریف نہ لائیں تو کیا مضائقہ ہے! مسٹر جناح کو دیکھنے کے شوق میں جو بے شمار لوگ دور دور سے چلے آتے ہیں، ہماری رائے میں تشہیر کے اس طریقہ کو آئندہ سال بدل دینا چاہئے۔

---

مجلس اتحاد المسلمین کے سالانہ جلسے کے موقع پر [illegible] منعقد ہوگا۔ ایک تبصرہ:

مسلم عوام کو بیدار کرنے کا اس سے بہتر طریقہ کیا ہو سکتا ہے۔ نشری تقریروں سے آگے جانا [illegible] ہے۔ ہمیں یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ اس سال منظوم تقریریں پیش ہوں گی اور آئندہ سے سالانہ جلسوں کے بجائے سیاسی مشاعرے منعقد ہوں گے۔

ع:- [illegible] قوم نے کروٹ لی

# حکومت سرکار عالی کی غذائی پالیسی

## مولوی سید فضل اللہ صاحب کی تصریحات

اراکین جمعیت امداد باہمی کو مخاطب فرماتے ہوئے مولوی سید فضل اللہ صاحب معتمد و صدر ناظم رسد نے وضاحت کی کہ برما کے ہاتھ سے نکل جانے سے ہندوستان کے لئے پندرہ سے کہ سترہ لاکھ ٹن چاول کا نقصان ہوا اور حیدرآباد پر اس کا اثر یہ ہوا کہ (۵۰،۰۰۰) سے لے کر (۹۰،۰۰۰) ٹن چاول کی کمی ہوگئی۔ اس طرح ہندوستان میں چار سے کہ پانچ فی صد اجناس غذا کی کمی ہوگئی اور اس کمی کو پورا کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ زیادہ غلہ اگایا جائے اور دوسرے یہ کہ اجناس کے استعمال میں حتی الامکان کفایت شعاری اختیار کی جائے۔

حیدرآباد کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اس امر کا انکشاف فرمایا کہ اس نو لاکھ ایکر زمین کے علاوہ جس میں تجارتی فصل کھڑی ہے دو سو اسی لاکھ ایکر زمین زیر کاشت ہے اور گیارہ لاکھ ایکر زمین پر دھان کی کاشت کی گئی ہے۔ ہوا ہے کہ بیس لاکھ ایکر زمین میں باجرا بویا گیا اور پانچ لاکھ ایکر زمین میں اناج۔ دو لاکھ ایکر زمین میں راگی۔ دس لاکھ ایکر زمین میں چنا اور دالیں تو اور دوسرے بیج والی فصلیں بیس لاکھ میں کاشت کی گئیں۔ یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ ایک سو نود ایکر زمین پر چھبیس اور اٹھائیس لاکھ ٹن کے درمیان پیداوار حاصل کی جائے گی۔

حیدرآباد کی زمینی قوت پیداوار کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ تین ایکر زمین پر ایک ٹن چاول چھ ایکر زمین پر ایک ٹن جوار سات سے آٹھ ایکر زمین پر ایک ٹن باجرا چھ سے سات ایکر زمین پر ایک ٹن گیہوں اور سات ایکر زمین پر ایک ٹن دالیں کاشت کر کے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے موصوف نے فرمایا کہ حیدرآباد (۴۰،۰۰۰) سے کہ (۵۰،۰۰۰) ٹن دالیں برآمد کر رہا تھا۔ نیز جوار اور باجرے کی برآمد بھی جاری تھی۔ آپ نے کہا کہ حکومت ایک ایسے قانون پر غور و فکر کر رہی ہے جس کے نفاذ سے ہر کاشتکار اس امر پر مجبور ہو جائے گا کہ اپنی زیر کاشت زمین کے دو تہائی حصے پر غذائی اجناس کی کاشت کرے اور بقیہ ایک تہائی حصہ زمین پر تجارتی فصلوں کی کاشت کی جائے۔ اس سلسلہ میں آپ نے اضلاع ورنگل کے کسانوں کی ذہنیت کی طرف اشارہ کیا کہ انھوں نے بڑے بڑے قطعات میں مونگ پھلی کی کاشت کی۔ قانون متذکرہ بالا کے نفاذ کے بعد آپ کو یقین ہے کہ حیدرآباد کے غذائی اجناس کی پیداوار بہت زیادہ ہو جائے گی اور اس کے بعد کسی تردد کی ضرورت نہ رہے گی ذخائر موجود ہیں۔

حیدرآباد کی موجودہ صورت حال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ برطانوی ہند اور ہندوستان کی دیگر دیسی ریاستوں کا مقابلہ کرتے ہوئے حیدرآباد کے حالات وہ نہیں ہیں جو ہونے چاہئے تھے آپ کے نقطۂ نظر سے اس واقعہ کی وجہ انعدام ذخیرہ ہرگز نہیں بلکہ قیمتوں کا اضافہ ہے۔ آپ نے کہا کہ حیدرآباد میں اجناس کا وافر ذخیرہ گوشہ گوشہ میں موجود ہے۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جوار ملک کے ہر گوشہ میں سات روپے سے کہ نو روپے فی پلہ تک آسانی حاصل کی جا سکتی تھی لیکن اب گلبرگہ میں بیس روپیہ فی پلہ اور اورنگ آباد میں بائیس فی پلہ تک قیمتیں چڑھ گئی ہیں۔ جہاں مزدور اور دوسرے کام کرنے والوں (عمال) کی آمدنی اسی نسبت سے زیادہ نہیں ہوئی ہے۔ آپ نے کہا کہ حیدرآباد کے لئے جوار تعین نرخ کا ایک پیمانہ تھی دیگر مایحتاج زندگی کی قیمتیں جوار کے نرخ پر منحصر ہوتی تھیں۔ اس سلسلے میں لائق مقرر نے اس امر کا انکشاف کیا کہ حکومت حیدرآباد نے نہ صرف غذائی اجناس کی قیمتوں پر نگرانی کرنے کا تہیہ کر لیا ہے بلکہ دیگر تمام ضروریات و مایحتاج زندگی کی قیمتوں پر بھی نگرانی عمل میں آئے گی۔ اور یہ اقدام بہت جلد شروع ہو جائے گا آپ نے کہا کہ نگرانی کے بعد جوار کی قیمت چودہ اور پندرہ روپیہ فی پلہ کے درمیان رہے گی۔ اور فوراً دیگر ضروریات و مایحتاج زندگی کی قیمتیں بھی گر جائیں گی آپ نے اس امر کا یقین دلایا کہ اس کے بعد ہر فرد اپنی موجودہ آمدنی پر بغیر کسی کشمکش کے اپنے لئے غذا حاصل کر سکے گا۔

### کاشتکاروں سے غلہ کی وصولی

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے قانون لگان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس طریقے تجارت کا مقصد کاشتکاروں کی سہولت کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل میں آیا تھا آپ نے کہا کہ جب پیداوار کی شکل میں لگان لگایا جاتا تھا مرہٹواڑہ کے علاقہ میں لگان ایک من ہوتا تھا۔ اور علاقہ تلنگانہ میں ایک من

آپ نے کہا کہ کاشتکاروں سے نقدادائیگی بہت جلد ہوگی اور کسی مناقشہ کی صورت میں تعلقدار کے پاس شکایت کی جا سکے گی مقرر نے کہا کہ اس طرح حکومت کسان سے چار سے کہ پانچ ٹن تک جنس حاصل کر سکے گی اور یہ طریقہ سد انسداد گرانی قیمت کے لئے اتنی مقدار کا ذخیرہ خوشگواری کا باعث ہوگا۔ آپ نے کہا کہ غیر معمولی حالات کی وجہ سے اگر کسی مقام کی پیداوار میں کمی واقع ہو تو تعلقدار یا دیگر اعلیٰ عہدہ داروں کی سفارش پر حکومت لازمی لگان معاف کر دے گی اور دیگر مراعات سے کام لے گی۔

اس تنقید کا حوالہ دیتے ہوئے کہ کم زمین پر کاشت کرنے والوں کے لئے مناسب نہیں ہے لائق مقرر نے ان ناقدوں کی تجاویز کی ظریفانہ انداز میں تنقید کی اور کہا کہ وہ کسی ایسے کاشتکار کا تصور ہی کیا کر سکتے جو ایک یا دو ایکر زمین پر کاشت کر کے زندگی بسر کر رہا ہو۔ آپ نے کہا کہ ایسے چھوٹے قطعات رکھنے والے کسی دوسرے زمیندار سے متعلق تھے اور دوسرے پیشوں میں مصروف تھے اس لئے لگان ادا کرنے میں انہیں سہولت ہوتی تھی۔

### دو کالوں کے لئے اجازت نامے

آگے چل کر آپ نے کہا کہ حکومت غلہ کی دو کانوں کے لئے اجازت نامے کا طریقہ تحت نگرانی حکم اجناس رائج کر رہی ہے جس کی وجہ سے ہر غلہ فروش پر لازم ہو جائے گا کہ اس مقدار کی جو وس من سے زیادہ اس کے قبضہ میں ہے حکام متعلقہ پر اظہار کرے اس کے ساتھ ایک اور قانون نافذ کیا جائے گا کہ شہری ان خانگی اور انفرادی ذخائر سے حکومت کو آگاہ کر دیں جو معینہ مقدار سے زیادہ ہیں اور ایسا ذخائر کنندہ پر لازم ہوگا کہ حکومت کو مطلع رکھیں کہ ناگزیر ضرورت کے موقع پر ادائیگی قیمت کے ساتھ بازپرس کی جا سکے۔

### راتب بندی

راتب بندی پر اظہار خیال کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ راتب بندی اس لئے رائج کی جا رہی ہے کہ بیجا صرف کا سد باب ہو۔ راتب بندی کی صورت میں ہر فرد کو نصف سیر جنس حاصل ہو سکے گی اور مزدور عمال کو پونے سیر غلہ دستیاب ہو سکے گا۔ بارہ سال سے کم عمر کے بچے کو بوڑھوں کے بہ نسبت نصف حصہ ملے گا۔

### برآمد

برآمد کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ حکومت کا طرز عمل یہ ہے کہ پہلے مقامی آبادی کی غذا فراہم کی جائے۔ اس کے بعد جو کچھ بچ رہے وہ دیگر اضلاع یا ملک سے باہر روانہ کیا جائے گا۔ آپ نے کہا کہ حضرت بندگان عالی کی حکومت نے حکومت برطانیہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ سے کہ ڈھائی

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۱)

# راتب بندی

## کنٹرولر صاحب اے آر پی وراتب بندی کی نشری تقریر

راشننگ یا راتب بندی آجکل سب میں زیادہ جاذب توجہ اور مابہ النزاع مسئلوں میں سے ہے لیکن اس کی نسبت جو مباحث ہوا کرتے ہیں یا مباحثہ ایک یا دو ماہ میں ہوتے ہیں ان سب کا ایک مشترک جزو یہ رہا ہے کہ راتب بندی کی نسبت بیشتر اعتراضات کا رخ یا تو خود راتب بندی کے مقاصد سے ایک حد تک ناواقفی پر یا اس کے طریقہ کار اور اس کی کامیابی کی نسبت شبہات پر رہا ہے اس کی ذمہ داری ایک حد تک ہم پر بھی ہے کہ پبلک کو راشننگ کے مقاصد سے پوری طرح واقف کرانے کی جیسی کہ چاہئے تھی کوشش نہیں کی گئی لیکن اس سلسلہ میں نشرگاہ کی طرف سے اب جو اقدام کیا گیا ہے وہ بڑا مبارک ہے کہ خود محکمہ رسد کے عہدہ دار راتب بندی کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کیا کریں۔

راتب بندی کے تصور کے ساتھ ایک قسم کی تشویش یا پریشانی جو پیدا ہوتی ہے اس کا پس منظر راتب بندی کا وہ منفی پہلو ہے جس کی وجہ سے قوت خرید پر تحدید عائد کی جاتی ہے اور اس مقدار کو معین کیا جاتا ہے جس سے زیادہ کوئی شخص باوجود مالی استطاعت رکھنے کے حاصل نہیں کر سکتا۔ راتب بندی کے مثبت پہلو پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ راتب بندی اس امر کی ضمانت ہے کہ ہم اپنے غذائی موقف میں آئندہ پیدا ہونے والی مشکلات سے دوبراہ ہونے کی اسکیم مکمل کر چکے ہیں ملک سرکار نے اس بات کی ضمانت حاصل کر لی ہے کہ وہ اس شہری آبادی کے لئے جہاں راتب بندی کا نفاذ ہو رہا ہے غذا کی مناسب فراہمی اور تقسیم کے انتظام کی ذمہ داری لے لی۔ شہری آبادی کے تذکرہ کے ساتھ ہی میرے خیالات ان اعتراضات کی طرف منعطف ہوتے ہیں جو متعدد مرتبہ دہرائے جا چکے ہیں کہ صرف شہروں میں راتب بندی کے نفاذ سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جب ملک کی بیشتر آبادی دیہاتوں پر مشتمل ہے اس سے متاثر نہ ہو سکے گی اس کی نسبت میں منفرداً علیحدہ وضاحت کروں گا۔ لیکن قبل اس کے کہ ان تفصیلی مباحث کا آغاز کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ راتب بندی کی ضرورت کو مختصراً بیان کیا جائے۔

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ ہر چیز کی قیمت کا تعین اس کی رسد اور طلب کے تناسب پر مبنی ہے اگر رسد کی مقدار کافی ہو یا طلب کم ہو تو قیمتیں لازماً کم رہیں گی اگر اس کی بجائے رسد میں کمی ہو جائے اور طلب علی حالہ برقرار رہے یا بڑھ جائے تو پھر اس مسابقت کی وجہ سے جو اس شئے کو حاصل کرنے کے لیے اس کے طلب گاروں میں ہوگی اس شئے کی قیمت کا بڑھ جانا لابدی ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ جنگ کی وجہ سے ہماری رسد اور طلب کے تناسب میں کیا فرق آ گیا ہے۔

شہری آبادی کے لیے جہاں خود غلہ پیدا نہیں ہوتا، یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کی رسد باہر سے حاصل کی جائے اور اس کے لئے سب سے بڑا اہم سوال ذرائع حمل و نقل کا ہوتا ہے ہمارے ذرائع حمل و نقل میں ریلوے موٹر لاریاں اور بنڈیاں شامل ہیں۔ ریلوے کو اگر آپ دیکھیں تو جنگ کی وجہ سے اس پر جنگی حمل و نقل کے بار کی وجہ سے اس کے وسائل کس حد تک متاثر ہوگئے ہیں علاوہ ازیں لوہے اور ربڑوں کی کمیابی کی وجہ سے اس کے (Rolling stock یعنے انجنوں اور ڈبوں کو درست حالت میں رکھنے میں مشکلات کا سامنا درپیش ہوتا ہے۔ ان تمام چیزوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ریلوے کے ذرائع حمل و نقل میں غیر معمولی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں موٹر لاریوں کا جو ذریعہ ہے وہ بھی پٹرول کی کمیابی کی وجہ سے دقت طلب ہو چکا ہے اور اب لے دے کے رہ گئی بنڈیاں۔ آپ تعجب کریں گے کہ اس میں بھی غیر معمولی مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ بنڈیوں کے پہیوں کے لوہے کے پٹے مشکل سے دستیاب ہوتے ہیں دوسری طرف اس کے کھینچنے والے جانور اب دوسرے اغراض میں کام میں آنے کی وجہ سے اس قدر قیمتی ہو گئے ہیں کہ اس ذریعہ حمل و نقل میں بھی مشکلات پیدا ہونا لازمی ہے نتیجہ یہ ہے کہ شہری آبادی کے لیے رسد کی فراہمی میں حمل و نقل کی وجہ غیر معمولی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں یہاں اس قدر وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ہماری سرکار ان تمام مسائل کی طرف پوری طرح متوجہ ہے رسد میں کمی کے دوسرے وجوہ یہ ہو سکتے ہیں کہ غلہ کو پیدا کرنے والے یعنے کسان غلہ کو اپنے پاس جمع کر رکھیں اور اس کو بروقت فروخت نہ کریں۔ اس طرح کرنے کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں مثلاً یہ کہ مستقبل کے بارے میں بے اطمینانی پیدا ہو جائے اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ اس کو شاید خود اپنی ضرورت کے لیے غلہ نہیں ملے گا ایک دوسرا امکان یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ یہ سوچے کہ آئندہ قیمتوں کے چڑھنے پر زیادہ منافع حاصل کرے گا ایک تیسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ اس کو بجائے روپیہ پیسے کے جمع کر رکھے۔ ان مختلف وجوہ کی بنا پر کسان اور تاجر کو ترغیب ہوتی ہے کہ وہ اپنا غلہ بازار میں فروخت نہ کرے۔

ہماری دیہی زندگی کا بہ غور مطالعہ کرنے کا جن لوگوں کو موقع ملا ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ مختلف وجوہ کی بنا پر جس میں جائداد کی وراثتاً منتقلی کو بڑا دخل ہے۔ ہمارے اکثر کسان ایسی زمینات پر قابض ہیں جو معاشی نقطہ نظر سے ان کے لئے باعث منفعت نہیں ہیں مثلاً یہ کہ ایک شخص کے پاس (۱۰) ایکڑ زمین تھی جو اس کی اور اس کے خاندان کی ضروریات کے لیے کافی ہوتی تھیں یہ اس کے انتقال کے بعد اگر چار بیٹوں میں تقسیم ہو جائے اور ہر ایک کے حصہ میں ڈھائی ایکڑ زمین آ جائے تو اس زمین پر علحدہ ناگر اور بیل رکھکر کام کرنے سے ظاہر ہے کہ منافع نہیں ہو سکتا لیکن رسم و رواج یا مذہب کی بنا پر اس قسم کی تقسیم کا لابدی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تقسیم شدہ زمین زراعت کے لیے غیر سود مند ہو جاتی ہے۔ مواضعات میں اس قسم کی جائدادوں کی بڑی تعداد ہے جو معاشی اعتبار سے غیر فائدہ مند ہیں ایسے کسان تو کسی صورت میں غلہ بازار میں بیچ نہیں سکتے اور اس لیے شہروں کی زندگی کا دارومدار اس قابل فروخت اور دیہی ضروریات سے زائد غلہ پر ہے جو اس طرح دیہی ضروریات کو کفایت کرنے کے بعد بازار میں بکنے کے لیے فراہم ہو سکے۔ اس قابل فروخت مقدار میں بھی اگر بوجوہ بالا رکاوٹ شروع ہو جائے تو ظاہر ہے کہ غلہ کی فراہمی اور رسد میں غیر معمولی کمی واقع ہو جائے گی۔

اس غیر معمولی کمی کے مقابلہ میں اگر طلب کو لیا جائے تو آپ دیکھیں گے کہ شہروں میں وسعت کی وجہ سے مزدوروں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے اور ان کو مزدوری زیادہ مل رہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے ایسے اشخاص جو سابق میں سیر شکم نہیں کھا سکتے تھے اب پوری طرح پیٹ بھر سکتے ہیں۔ آبادی کے اضافہ کے علاوہ طلب کے اضافہ کے متعدد وجوہ ہیں جن کا اعادہ باعث طوالت ہوگا۔ ان تمام کا نتیجہ یہ ہے کہ طلب میں بہ مقابلہ سابق اضافہ ہو گیا ہے لیکن رسد میں کمی واقع ہوئی اس طرح طلب اور رسد کے توازن کے بگڑنے کا ایک لازمی نتیجہ قیمتوں میں اضافہ اور ان کا بڑھتا چلا جانا ہے۔ اس کو روکنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ مسابقت کو ختم

کر دیا جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ دولت کی مساویانہ تقسیم ہو یا بہ الفاظ دیگر دولت کی راشن بندی کی جائے اور دوسرے یہ کہ اشخاص کی قوت خرید میں مساوات پیدا کی جائے یعنی یہ کہ قوت خرید کو محدود کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ہمارا موجودہ معاشرتی نظام دولت کی مساوی تقسیم کے طریقہ کو روبعمل لانے کی اجازت نہیں دیتا اور اس لئے صرف دوسرا طریقہ کار ہی باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ قوت خرید کو محدود کر دیا جائے اور اسی کے معنے راشن بندی کے ہیں۔ اس لئے راشن بندی کا پہلا اثر یہ ہونا چاہئے کہ رسد کے حصول میں مسابقت باقی نہ رہے جس کے معنی قیمتوں میں کمی اور ان پر موثر قابو حاصل کرنا ہے۔

ایک سوال جو بار بار اٹھایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جب ہمارے پاس رسد معقول مقدار میں موجود ہے اور ہم خود مکتفی ہیں تو پھر راشن بندی یا قوت خرید پر تحدید عائد کرنے کی ضرورت ہی کیوں پیدا ہوتی ہے۔ اعداد و شمار کی الجھن میں پڑے بغیر خاص کر جب ان کی صحت کے بارے میں وثوق سے نہیں کہا جا سکتا میں دو ایسی باتوں کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرانا چاہتا ہوں جو مسلمہ ہیں مثلاً یہ کہ چاول کی جو مقدار ضروریات کے لئے درکار ہوتی ہے وہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں پوری کی پوری پیدا نہیں ہوتی اور ہم ہمیشہ سے چاول کے لئے اپنے ہمسایوں کے محتاج رہے ہیں یہی حال گیہوں کا ہے۔ اب رہے دیکھے ایک جوار رہ جاتی ہے جو ہماری تمام ضروریات کے لئے کفایت کر سکتی ہے اور اس کی اس اضافہ مقدار سے نہ صرف ہم اپنے دوسرے بدقسمت ہمسایوں کی مدد کر سکتے ہیں بلکہ اس کے بدلے اپنی ضرورت کی چیزیں بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن صرف اس واقعہ کی بنا پر ہم راشن بندی سے بے نیاز نہیں ہو سکتے ہم کو غور کرنا ہے کہ ہماری آبادی کا نصف یا اس سے زیادہ حصہ خصوصاً تلنگانہ کا رقبہ بالکلیہ چاول کھانے کا عادی ہے جن کے لئے فی الحال جوار چاول کا بدل نہیں ہو سکتی اور اسی بنا پر ہم چاول کی حد تک کبھی خود مکتفی نہیں ہو سکتے یہی حال گیہوں کا ہے۔ ایسی صورت میں کیا یہ قرین انصاف ہوگا کہ چاول کی قلیل رسد کو بغیر کسی مساویانہ تقسیم کے اس طرح کھلے بازار میں رکھ دیا جائے کہ جو اس کی استطاعت رکھتا ہے وہ خریدے جو نہ خرید سکتا ہو وہ یا تو فاقہ کرے یا دوسرے سستے غلے مثلاً جوار یا باجرہ کی طرف رجوع ہونے پر مجبور ہو جس کا وہ عادی نہیں ہے۔ آپ اس کو سزا اس لئے دلوانا چاہتے ہیں کہ وہ غریب ہے اور اس مسابقت میں جس پر آپ کوئی تحدید عائد کرنا نہیں چاہتے وہ رہ گیا ہے۔

اگر آپ کی اخلاقی جرات اس بات کی اجازت بھی دے کہ آپ اس صورت حال کو جائز قرار دیں تو پھر اس کے مضرات کے لحاظ سے ایک بڑا ہی اہم نقطہ یہ ہوگا کہ جوار کی ضرورت کی نسبت اعداد و شمار جانچے وہ کسی حد تک بھی صحیح ہوں اس زمانے کے ہوں گے جس زمانہ میں ہم کو چاول میسر آ رہا تھا اور لوگ جو چاول کھانے کے عادی تھے جوار نہیں کھایا کرتے تھے اب یہ چاول کھانے والے جوار کی طرف اگر مجبوراً رجوع ہوں تو جوار کی طلب میں اضافہ عمل میں آئے گا جس کا تعین صرف ہم ایسی وقت کر سکتے ہیں جب راشن بندی کی بنا پر کرنا ممکن ہو۔ علاوہ ازیں جو بھی اعداد ہیں ان کی نسبت یہ کبھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اس صورت حال کی تصویر ہیں جس میں ہر شخص کو اس کی ضرورت کے مطابق غلہ مل رہا تھا۔ کیا کوئی شخص بھی یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ زمانہ امن میں ہمارے پاس فاقہ کشی یا کم از کم نیم فاقہ کشی نہ تھی۔ تو کیا آپ اس صورت حال کو مستقل صورت میں قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا اس جنگ کے مضمرات میں جو آزادی مساوات اور انسانوں میں خدا کی نعمتوں کی مساوی اور منصفانہ تقسیم کے لئے لڑی جا رہی ہے یہ داخل نہیں ہے کہ ہمارے ملک کا ہر فرد کی روح زندہ رہنے کا حق رکھے اور زندگی کی نعمتوں سے نہ سہی تو ضروریات سے اسی طرح متمتع ہو جیسا کہ اس کا زیادہ خوش قسمت جاتی ہو سکتا ہے۔ اس فاقہ کشی اور نیم فاقہ کشی کی بنا پر قائم شدہ اعداد کو اب راشن بندی کے خلاف خود مکتفی ہونے کے لئے بطور ایک دلیل کے پیش کرنا چاہتے ہیں تو گویا آپ اس فاقہ کشی کو ایک مستقل صورت دینا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر آپ کو اپنی ضروریات کا فی الواقعی صحیح اندازہ کرنا ہے تو اس کے لئے بھی ہم کو راشن بندی کی ضرورت ہے

اس وقت تک راشن بندی کے ہر پہلو پر گفتگو رہی ہیں ان اعتراضات سے بھی واقف ہوں جو بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے راشن بندی کے تاریک پہلو تصور کئے جاتے ہیں۔ اس قسم کے مختلف اعتراضات اور شبہات کی نسبت میں علحدہ ایک تقریر میں تفصیلی طور پر عرض کروں گا یہاں صرف اس ایک اعتراض کے جواب پر اکتفا کرتا ہوں کہ شہروں میں راشن بندی کرنے سے کوئی مفید نتیجہ مرتب نہیں ہو سکتا جبکہ بیشتر حصہ ملک جو دیہی آبادی پر مشتمل ہے اس سے اثر انداز نہیں ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ راشن بندی کی ضرورت اس واسطے پیدا ہوتی ہے کہ رسد میں غیر معمولی کمی کے ساتھ طلب میں اضافہ اور اس کے وجہ سے تناسب کے توازن میں پیدا ہونے والی خرابی کو رفع کرنے کا راشن بندی ایک بڑا موثر ذریعہ ہے۔ اب آپ ذرا ان امور پر غور فرمائیے جو رسد میں کمی کا باعث ہوتے ہیں آپ کو معلوم ہوگا کہ سب میں پہلے مسئلہ حمل و نقل کی دقت کا ہے جس وقت آپ دیکھیں گے کہ شہروں کے لئے مخصوص ہے۔ ایسے مواضعات کے لئے جو خود ضرورت سے زائد اجناس پیدا کرتے ہیں حمل و نقل کی دقت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ دوسری وجہ جو رسد میں کمی کی ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ غلہ ذخیرہ کیا جائے اور جو ضلع یا مواضعات جہاں خود غلہ اگتا ہے اور ذخیرہ کیا جاتا ہے اس محل سے کمی رسد کی شکایت پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ اس کی وجہ سے جو مشکلات پیدا ہوں گی وہ صرف ان لوگوں کی لئے ہوں گی جو غلہ پیدا نہیں کرتے اور جن کا انحصار ان اشخاص پر ہے جن کی ذخیرہ کرنے کی یہ عادت ان کے لئے موجب مضرت ہو سکتی ہے۔

رسد میں کمی کے باوجود کے منجملہ یہ وجہ کہ غلہ کو پیسے کے بجائے ذخیرہ کیا جائے دیہات کو متاثر نہیں کر سکتی۔ دیہات میں جہاں ہر شخص اپنی ضرورت کا غلہ پیدا کرتا ہے روپیہ کی وساطت سے کاروبار کے بہت کم مواقع ہیں اور اکثر و بیشتر صورتوں میں اشیاء کا مبادلہ روپیہ پیسے کے توسط کے بغیر ہی عمل میں آتا ہے حتی کہ مزدوری غلہ میں دی جاتی ہے اور بیشتر اقوام کا بلوتہ اور خیرات بھی اجناس ہی کی شکل میں ادا ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں غلہ کو بطور اندوختہ کرنے کی وجہ سے رسد میں جو کمی ہو سکتی ہے وہ صرف شہروں ہی کو متاثر کر سکتی ہے دیگر مواضعات کو ان تمام باتوں سے واضح ہوگا کہ راشن بندی کی ضرورت وہاں ہے جہاں خود غلہ پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ جہاں کے لوگ باہر کی رسد پر انحصار رکھتے ہیں اور جہاں معتدبہ تعداد ایسے اشخاص کی زیادہ ہوگی وہاں اسی قدر شدت سے توازن بگڑنے لگا۔ گویا شہر جس قدر بڑا ہوگا اسی قدر زیادہ وہاں وہ مشکلات پیدا ہوں گی جن کا مداوا راشن بندی ہے۔ فی الوقت شہر کی آبادی کی حد جہاں فی الفور راشن بندی نافذ ہوگی (۵۰۰۰۰) رکھی گئی ہے جس کی وجہ ممالک محروسہ میں فی الفور صرف بلدہ اور ورنگل ہی اس سے متاثر ہوں گے۔ ممکن ہے کہ چھوٹی چھوٹی شہری آبادیوں میں راشن بندی ناگزیر ہو جائے۔ ان وجوہ کی بنا پر یہ اعتراض کرنا کہ راشن بندی کو صرف شہروں تک محدود کر دینا صحیح و درست نہیں۔

ایک طریقہ پر دیکھیں تو ہمارے غذائی موقف میں اس وقت بھی ہم نہ صرف شہروں کی بلکہ کل ممالک محروسہ کی راشن بندی کر رہے ہیں اور وہ اس طریقہ پر کہ ہر موضع سے اس کی ضروریات سے زیادہ غلہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ اس سے حصول غلہ کی مختلف ضروریات مثلاً یہ کہ راشن بندی کے لئے ذخیرہ تیار کرنے کی ضرورت کو پورا کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ جس موضع سے بالجبر وہاں کی ضروریات سے زیادہ غلہ حاصل کیا جا رہا ہے وہاں موضع کی راشن بندی کی جا رہی ہے۔ بہر حال یہ اس ضمنی اعتراض کا جواب تھا جو آج کل بلدہ اور ورنگل کی راشن بندی کے نام سے متعدد بار کیا جا چکا ہے اس سے واضح ہوگا کہ راشن بندی کی ضرورت

کا تصفیہ کرتے وقت کافی غور و خوض سے کام لیا گیا ہے اور اس کو ایسے مقامات سے متعلق کیا جا رہا ہے جہاں اس کی سخت ضرورت ہے۔ راتب بندی کے بارے میں ایک بڑی چیز یاد رکھنے کی یہ ہے کہ وہ مستقبل کے لئے تیاری کا ایک بڑا حربہ ہے۔ کوئی شخص اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ کل بھی وہی حالات قائم رہیں گے جو آج ہیں۔ ممکن ہے کہ کل ہماری ریلیں جواب دے دیں، موٹریں نہ چل سکیں اور بنڈیاں مفقود ہو جائیں۔ ریلوں کے ذریعہ حمل و نقل کی مشکلات کو ہم کوئلہ اور پٹرول کی کمی کی صورت میں محسوس کر رہے ہیں اور بنڈیوں کے ذریعہ حمل و نقل کی مشکلات بھی مویشی کی کمیابی اور گرانی کی صورت میں ہمارے سامنے آ رہی ہیں۔ تو کیا یہ ضروری نہیں کہ ہم اس طرح کی پیدا ہونے والی مشکلات کے لئے قبل از قبل تیار رہیں۔ کیا یہ درست ہوگا کہ ہم اس اطمینان پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں کہ ہم ضرورت سے زیادہ رکھتے ہیں۔

راتب بندی کے نافذ کرنے کا صحیح وقت وہی ہے جب ہمارے پاس رسد کی کافی مقداریں موجود ہوں ورنہ ایک دفعہ اگر ہم بے قابو ہو جائیں تو پھر اس کو قابو میں لانے کے لئے غیر معمولی دقتوں کا سامنا ہوگا۔ جیسا کہ روشن گیا اس کی راتب بندی کی موجودہ مشکلات رسد میں غیر معمولی قلت ہو جانے پر راتب بندی کرنے کا نتیجہ ہیں۔ اس کے بجائے اگر شروع سے راتب بندی کی جاتی تو نہ رسد میں اس قدر غیر معمولی کمی ہوتی اور نہ وہ مشکلات پیدا ہوتیں جن کو خود راتب بندی کے خلاف ایک حجت کے طور پر بار بار پیش کیا جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ راتب بندی کے اہم مقاصد یہ ہیں کہ رسد کی منصفانہ تقسیم عمل میں آئے قیمتوں پر موثر نگرانی ہو ہم کو اپنی ضروریات کا صحیح اندازہ ہو سکے اور اس حد تک اس کی فراہمی کی ضمانت سرکار دے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم اس مشکل وقت کے لئے تیار رہیں جس کی نسبت کبھی پیشین گوئی نہیں کی جا سکتی کہ وہ کب کس جیسے ملک کو آئے گا۔ وہ وقت جب ہم خدانخواستہ قلت رسد کی آفت میں مبتلا ہو جائیں۔ ان ممالک کی مثالیں ہمارے پیش نظر ہیں جہاں راتب بندی جنگ کے ساتھ ہی آغاز کر دی گئی اور بعض جگہ تو جنگ سے بھی قبل۔ یہ اس لئے نہیں کی گئی کہ جنگ کے قبل یا عین آغاز کے وقت اُن کے پاس کسی خاص جنس کی کمی تھی بلکہ اس لئے کہ انھوں نے آئندہ پیدا ہونے والی مشکلات کی نسبت پیش بینی کی اور ابتداء ہی سے ایسی تدابیر اختیار کیں کہ خود اُن کے ملک کے بلا راست جنگ کی زد میں آنے کے باوجود وہاں آج قیمتوں کا تناسب ہمارا عشر عشیر بھی نہیں حالانکہ جنگ کی آفت سے بلا راست متاثر ہونے کے معاملے میں ہم کو یہ اقبال ہے کہ ذرا سی ٹھیس تک بھی نہ لگی۔ کیا ہم اس وقت تک کا انتظار کریں گے کہ آفتیں آنا شروع ہو جائیں اور حالات قابو سے باہر ہو چلیں یا ہم پیش بینی اور استقلال سے مستقبل کے حالات پر قابو پانے کے لئے مکمل لائحہ عمل کے ساتھ کام آغاز کر لیں گے۔ کیا ہم اجازت دیں گے کہ ہمارا غریب طبقہ اور خصوصاً وہ طبقہ جو ایک معینہ آمدنی پر گزر بسر کرتا ہے زندگی کی ان نعمتوں سے صرف اس لئے محروم رہے کہ ہم کو راتب بندی میں انتظامی مشکلات نظر آتی ہیں یا ہم کو اس میں ان لوگوں کے لئے جو ہمیشہ سے ہر نعمت کے زیادہ مستحق رہے ہیں اپنی حقیقی ضرورت کے مطابق مقدار پر اکتفا کرنے کی زحمت گوارا کرنی ہوگی۔ کیا ہم فاقہ کشی کو صرف جاں بلبی کی صورت میں پہچان سکتے ہیں۔ کیا ہم کو اپنی کوتاہ دامنی صرف عریانی ہی کے لباس میں نظر آئے گی۔ ان سوالات کا جواب آپ کی راتب بندی کی تائید یا مخالفت کی نسبت فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ میں نہایت طمانیت کے ساتھ اپنے برادران ملک پر چھوڑتا ہوں اور جانتا ہوں کہ ان کا ضمیر ابھی زندہ اور روشن ہے اور اُن کا فیصلہ وہی ہوگا جو ایک زندہ قوم کا ہونا چاہئے۔

## مصر میں معاشی تنظیم

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۳))

جیسا کہ مغربی ممالک میں ہوتی ہیں کیونکہ وہاں بھی اراضیات کو بھی اس غرض کے لئے حاصل کرنا پڑتا ہے۔ ان تجاویز کو روبہ عمل لانے کے لئے بیرونی سرمایہ کی ضرورت ہوگی اور مصر کے وزیر مالیات نے یقین دلایا ہے کہ پیداواری مقصد کے لئے بیرونی سرمایہ کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

## اشتہار حاضری قائم مقامان مجریہ محکمہ عدالت ضلع ورنگل

نمبر مقدمہ ۳۶ ؁ ۱۳۵۲ ف باجلاس مولوی میر احمد علیخان ایم اے ایل ایل بی علیگ ایل ایل ایم لندن بار ایٹ لا ناظم

گورنمنٹ کیہ اری وغیرہ بنام محمد محبوب احمد وغیرہ

دعویٰ نمبر ۔ درخواست قائمقام

(۱) احمد حسین ولد محمد محبوب احمد عمر ۲۲ سال پیشہ طالب علم بی اے جونیر عثمانیہ کالج حیدرآباد

(۲) بشیر میاں عمر ۱۶ سال } پسران محمد محبوب احمد نابالغان
(۳) جیلانی میاں عمر ۱۰ سال }

بولایت برادر مسمی احمد حسین مدعی علیہ

ہرگاہ بمقدمہ صدر مدعی نے ایک دعوے بنام محمد محبوب احمد رجوع کیا تھا جو فوت ہو گیا ہے اب مدعی چاہتا ہے کہ تم کو متوفی مذکور کا قائمقام بنایا جائے جس کی جواب دہی کے لئے تمہارے نام سمن اجرا کئے گئے جو تمہاری عدم موجودگی کے سبب سے بلا تعمیل واپس ہوئے اب مدعی کی استدعا ہے کہ تمہاری حاضری کے لئے اشتہار اخبار میں شائع کیا جائے لہذا تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم جہاں کہیں ہو بتاریخ ۱۰ بہمن ۱۳۵۳ ف بوقت ۱۰ بجے اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہذا ہو کر جوابدہی کرو۔ بصورت غیر حاضری یکطرفہ کارروائی ہوگی اور کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

آج بتاریخ ۳ بہمن ۱۳۵۳ ف میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔

دستخط — مہر ثبت دستخط

صیغہ دار — سررشتہ دار عدالت

# یہ جنگ اور اردو

اس جنگ میں اردو سے متعلق کئی واقعے ایسے پیش آئے ہیں جن سے اردو کی ہمہ گیری یعنی لنگوا فرینکا ہونا ثابت ہے۔ ایک حال کا واقعہ سنئے۔ ہندوستانی فوج جو افریقہ سے فارغ ہوئی تھی اس کا کچھ حصہ مصر میں پہنچا۔ قاہرہ سے ۲۰ اکتوبر کا تار مظہر ہے کہ قاہرہ کے ایک نامی کلب میں ہندوستانی فوجی جلسے کی دعوت پر مدعو تھے۔ ہندوستانی فوج کے ہر ہر شعبے یعنی کمپنی کے نمائندے مہمان تھے اور مصر کی ہندوستانی افواج کی بہبودی کمیٹی میزبان تھی۔ مصریوں نے ہندوستانی فوج کے بہادرانہ کارناموں کی بہت تعریف کی۔ مہمانوں میں پٹھان، گورکھے، مرہٹے، پنجابی، سکھ اور ریاستوں کی فوجوں کے آدمی تھے۔ کمیٹی کے صدر جنرل محمد صادق پاشا نے ہر مہمان کا خیر مقدم کیا۔ جنرل موصوف نے ایک تقریر کی جس کا ترجمہ اردو میں کیا گیا۔ دوران تقریر میں جنرل صاحب نے کہا کہ ہندوستانی فوجوں نے دشمن کو نہ صرف مصر کے دروازے سے بلکہ شمالی افریقہ سے نکال باہر کرنے میں اعانت کی۔ آئندہ حکومت کے لئے جنگ میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

واقعات پے در پے بتا رہے ہیں کہ جو زبان کل ملک میں سمجھی جاتی ہے اردو ہے یعنی ہندوستان کی لنگوا فرینکا ہے اور لطف یہ کہ اردو کسی زبان کی مخالف نہیں۔ ہر ملکی زبان سے اس کا بہناپا ہے یعنی کسی کا برا دیکھنا نہیں چاہتی۔ تعجب ہے کہ پھر بھی اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ (ہماری زبان)

# ہندوستان کی سیاسی تحریک ناکام رہی

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

سیاسی زندگی موجودہ دلدل سے نکل نہیں سکتی جو تحریک قومی پروگرام، نقطۂ نظر اور قومی قیادت کے تحت چلائی جائے اس کا یہی حشر ہوگا۔ ایسی تحریک ایک خالص ملکی تحریک کی حیثیت سے کامیاب ہو سکتی تھی۔ ہندوستان کی قومی تحریک خالص ملکی تحریک کی صورت میں کامیابی سے قریب ہو چکی تھی لیکن بین الاقوامی محاذ پر مخالف فاسسٹی قوتوں کی کامیابی نے اس کو بے جان کر دیا۔ قومی تحریک کی یہ ناکامی ان لوگوں کے لئے باعث افسوس نہیں ہے جو قومی آزادی کے ایسے تصور کے حامی نہیں ہیں جس کے تحت چند جماعتیں عوام کو معاشی دست برد کا شکار بنا رہی ہیں۔

ملک کی سیاسی زندگی کو تعطل سے نکالنے کے لئے عوامی تحریک کو نشو و نما ضروری ہے۔ اسی طرح سیاسی سرگرمیوں کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے اور عوام کو آزادی کا نصب العین حاصل کرنے کے لئے تیار کیا جا سکتا ہے اور وہ متعدد مسائل بھی حل کئے جا سکتے ہیں جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ جب تک عوام کو کسی ایک لیڈر پر انحصار کرنا پڑے گا ترقی ناممکن ہوگی۔ ترقی کا تقاضا یہ ہے کہ ایک نئی تحریک اور ایک نئی قیادت وجود میں لائی جائے۔ دنیا کی تاریخ میں بعض مواقع ایسے آتے ہیں جبکہ ترقی کی رفتار تیز تر ہو جاتی ہے۔ جنگ نے یہ موقع فراہم کر دیا ہے لیکن نسلی منافرت اور قومی تعصبات نے اس کے لیڈروں کو اس موقع سے فائدہ اٹھانے سے محروم رکھا تاہم موقع اب بھی باقی ہے۔ جو لوگ اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور اقوام عالم میں اپنے ملک کے لئے ایک باعزت جگہ حاصل کرنی چاہتے ہیں انہیں قدیم راستہ ترک کر دینا اور نیا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ اور یہ نیا راستہ عوامی تحریک ہے۔

# حکومت سرکار عالی کی غذائی پالیسی

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۲))

ٹن تک اجناس مختلف صوبجات حکومت برطانیہ دیسی ریاستوں کو روانہ کرنے کی کا لعدم ہو چکا ہے اور مسٹر گریگین نے جب حال ہی میں دہلی گئے تھے صرف (۵۰۰۰) ٹن اجناس روانہ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن آپ کا خیال ہے کہ اس نئے وعدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہماری حکومت صرف (۲۰۰۰) ٹن ہی روانہ کر سکے گی۔ آپ نے کہا کہ خریف ربیع آبی کی فصلیں نہایت اچھی رہیں۔ حیدرآباد کبھی بھی دوسرا بنگال نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ابھی زیادہ پیداوار سے دوسروں کی مدد کرنے کے قابل ہوگا۔

فضل احمد صاحب نے ابتدا میں مویشیوں کی آمد پر اظہار خیال کیا جو برابر بڑھتی ہی چلی جا رہی ہیں۔ اور سالانہ ایک لاکھ تک پہونچ گئی ہے۔ آپ نے کہا کہ حکومت مویشیوں کی برآمد پر نگرانی کے مسئلہ پر غور کر رہی ہے۔

ان مختلف تنقیدوں کا حوالہ دیتے ہوئے جو مختلف پلیٹ فارموں اور میدان صحافت میں راشن بندی اور احکام نگرانی پر ہو رہی ہیں آپ نے کہا کہ ان تنقیدوں کی دو بنیادیں ہیں ایک تو افواہات و حقائق کی غلط توجیہات اور دوسرے اس اقدام کے خلاف پروپگنڈا جو حکومت نے اس بارہ میں کیا ہے۔

## اعلان

ذریعہ ہذا آگاہ کیا جاتا ہے کہ سروے نمبر [illegible] واقع جدید [illegible] گوڑہ حلقہ [illegible] علاقہ صرفخاص مبارک ملکی ولایت بیگم صاحبہ بعنایت محمد کریم اللہ صاحب [illegible] خواہ بلدیہ قیمتی (الف) [illegible] کی کھول کرائی جارہی ہے جو کفالت نامہ ہذا سے کسی کو عذر ہو تو وہ اندرون دو ہفتہ نظامت بلدیہ پر رجوع ہوں ورنہ [illegible] کی کارروائی کی جائیگی

شرح و دستخط ناظم بلدیہ

اعظم پریس چار مینار میں طبع ہو کر باہتمام سید حسن (مدیر) دفتر مملکت سے شائع ہوا۔